تحقیق و مطالعہ

از جناب غازی عزیر الجبر۔ سعودی عرب

ابلیس کی حقیقت (۱)

ابلیس کہ جس کی اصل جن ہے کے لغوی معنی پر روشنی ڈالتے ہوئے ابو یعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جن" یعنی "مستور" اصلاً "استتار" سے مشتق ہے۔ "جن" سے "جنین" یعنی وہ بچہ جو جو ماں کے رحم میں ہو اور نظر نہ آئے، اور "مجنون" الفاظ نکلے ہیں کیونکہ پاگل کا خیالِ عقل مستور ہوتا ہے۔[ا]

اسی طرح "بہشت" کو "جنت" بھی اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ مستور ہے اور ہماری نظریں اسے دیکھنے سے قاصر ہیں۔

عام طور پر یہ بات مشہور ہے کہ "ابلیس" پہلے فرشتوں میں انتہائی عابد، پرہیزگار، عالم اور مجتہد بلکہ دربار الٰہی کا مقرب ترین فرشتہ تھا لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے مردود ٹھہرا۔ بعض لوگ اسے معلم الملکوت، طاؤس الملائکہ، خازن الجنت، اشرف الملائکہ، رئیس الملائکہ اور نہ جانے کیا کیا بتاتے ہیں لیکن فی الواقع ملائکہ میں اس کی فضیلت تو در کنار بنیادی طور پر اس کا فرشتہ ہونا بھی انتہائی مشکوک بات ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے ہی "ابلیس" کا فرشتہ ہونا ایک اختلافی مسئلہ رہا ہے، چنانچہ علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اس امر میں اختلاف ہے کہ آیا وہ پہلے ملائکہ میں سے تھا جب اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اسے مسخ کر دیا گیا یا اصلاً وہ ملائکہ میں سے نہیں تھا

ا۔ مراتب الجن والشیاطین کما یصورہا القرآن والسنۃ الشبلی۔

اس کے متعلق دو اقوال مشہور ہیں جن کا ذکر انشاء اللہ کتاب التفسیر میں کیا جائے گا۔"[1]

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ملعون ٹھہرائے جانے سے قبل اس کا نام "ابلیس" نہ تھا بلکہ اللہ تعالےٰ کی رحمت سے مایوس و ناکام ہونے کے بعد اس کا نام "ابلیس" پڑ گیا تھا۔ عربی لغت میں "بَلَس" اور "اِبْلَاس" چونکہ انتہائی مایوس و نامُراد اور دل شکستہ ہونے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا "ابلیس" کا نام "ابلیس" اس کی مایوسی و ناکامی و نامرادی اور دل شکستگی کی حالت کے پیش نظر ہی پڑا تھا۔ اس امر کی تائید میں حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت جو پیش کی جاتی ہے اس طرح ہے۔

"کان اسم ابلیس حیث کان مع الملائکۃ عزازیل ثم ابلیس"[2]	"ابلیس کا نام جب وہ ملائکہ کیساتھ تھا تو عزازیل تھا بعد میں ابلیس پڑ گیا۔"

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

"....پھر صرف ابلیس کے ساتھی فرشتوں سے فرمایا کہ آدمؑ کے سامنے سجدہ کرو تو ان سب نے تو سجدہ کیا لیکن ابلیس کا وہ غرور و تکبر ظاہر ہو گیا اُس نے نہ مانا اور سجدہ سے انکار کر دیا اور کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں، اس سے بڑی عمر والا ہوں اور اس سے قوی اور مضبوط ہوں، یہ مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور میں آگ سے بنا ہوں اور آگ مٹی سے قوی ہے اس انکار پر اللہ تعالےٰ نے اسے اپنی رحمت سے نا اُمید کر دیا اور اسی لیے اسے ابلیس کہا جاتا ہے۔ اس کی نافرمانی کی سزا میں اسے راندۂ درگاہ شیطان بنا دیا الخ"[3]

اور مولانا سید ابو الاعلےٰ مودودی مرحوم "تفہیم القرآن" میں "ابلیس" کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" اصل میں لفظ مُلْبِسُوْن استعمال ہوا ہے جس کا پورا مفہوم

---

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری للعسقلانیؒ ج ۶ ص ۳۳۹-۳۴۰ طبع بیروت [2] رواہ الطبری وابن ابی الدنیا وکذا فی فتح الباری ج ۶ ص ۳۳۹۔ [3] تفسیر ابن کثیر مترجم ج ۱ ص ۹۸ طبع نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

مایوسی[1] سے ادا نہیں ہوتا۔ بلکہ بلس اور اِبلاس کا لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ حیرت کی وجہ سے دنگ ہو کر رہ جانا، خوف اور دہشت کے مارے دم بخود ہو جانا، غم و رنج کے مارے دل شکستہ ہو جانا، ہر طرف سے نا اُمید ہو کر ہمت توڑ بیٹھنا اور اسی کا ایک پہلو مایوسی و نامُرادی کی وجہ سے برافروختہ (DESPERATE) ہو جانا بھی ہے جس کی بناء پر شیطان کا نام ابلیس رکھا گیا ہے۔ اس نام میں یہ معنی پوشیدہ ہیں کہ یاس اور نامُرادی (FRUSTRATION) کی بناء پر اس کا زخمی تکبر اس قدر برانگیختہ ہو گیا ہے کہ اب وہ جان سے ہاتھ دھو کر ہر بازی کھیل جانے اور ہر جرم کا ارتکاب کر گزرنے پر تلا ہوا ہے[2]۔"

بعض ضعیف روایات میں "عزازیل" کے علاوہ "ابلیس" کے چند اور نام بھی ملتے ہیں مثلاً حارث[3]، اجدع[4]، ضرب[5]، وہان[6]، حباب[7]، حیات[8]، علوان، حمدون[10]، تعموس[11] اور حکم وغیرہ۔

اسی طرح بعض مفسرین نے اس کی کنیت "ابومرہ" "ابوالکروبیین"[12] اور "ابوکردوس"[13] بیان کی ہے لیکن علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ:

"قرآن کریم (کے مطالعہ) سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا نام اس (سجدۂ آدم کے) واقعہ سے قبل بھی ابلیس ہی تھا[14]۔"

---

[1] حالانکہ اس سے قبل خود مولانا مودودی مرحوم "ابلیس" کی شرح میں یوں فرما چکے ہیں: "لفظی ترجمہ انتہائی مایوس، اصطلاحاً یہ اس جن کا نام ہے جسنے اللہ کے حکم نافرمانی کر کے آدم اور بنی آدم کے لیے مطیع و مسخر ہونے سے انکار کر دیا اور اللہ سے قیامت تک کے لیے مہلت مانگی کہ اسے نسل انسانی کو بہکانے اور گمراہیوں کی طرف ترغیب دینے کا موقع دیا جائے اسی کو الشیطان بھی کہا جاتا ہے درحقیقت شیطان اور ابلیس بھی محض کسی مجرد قوت کا نام نہیں ہے بلکہ وہ بھی انسان کی طرح ایک صاحب تشخص ہستی ہے"۔ (تفہیم القرآن للمودودی ج ۱ ص ۶۵-۶۶۔ [2] تفہیم القرآن للمودودی ج ۳ ص ۲۹۴ حاشیہ ۴۳۔ [3] رواہ احمد ج ۵ ص ۱۱ وابن جریر والترمذی والحاکم وابن ابی حاتم فی تفسیرہ وکذا فی تفسیر لابن کثیر مترجم ج ۲ ص ۱۰۴ وفتح المجید ص ۳۹۹-۴۰۰۔ [4] سنن ابوداؤد مع عون المعبود ج ۴ ص ۴۴۵۔ [5] سنن ابن ماجہ وکذا فی میزان الاعتدال الذہبی ج ۱ ص ۶۲۵۔ [6] ایضاً [7] رواہ

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

اس سلسلہ میں حافظ ابن حجرؒ کی یہ رائے زیادہ قوی اور باوزن معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم۔

ذیل میں اب اس مسئلہ پر کہ آیا "ابلیس" فرشتہ تھا یا نہیں ؟ فریقین کے دلائل اور اُن کا علمی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

علامہ ابوبکر عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں:

"ابلیس ملائکہ میں سے تھا کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَآئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا إِلَّآ إِبْلِيْسَ [1]

ترجمہ: (اور جس وقت ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کے سامنے سجدہ میں گر جاؤ تو سب سجدے میں گر پڑے بجز ابلیس کے)

اس آیت میں واضح طور پر ابلیس کا استثناء مذکور ہے اور استثناء کسی غیر جنس کے ساتھ نہیں ہوتا۔ اہل عرب کے نزدیک یہ امر معروف ومشہور ہے پس اگر کوئی کہنے والا یوں کہے کہ تمام نان بائیوں نے دوکان کھولی سوائے فلاں کے، تو اس قول میں "فلاں" سے مُراد کوئی دوسرا نان بائی ہی ہوگا۔ اس "فلان" سے قائل کی مُراد کوئی لوہار ہو تو قائل کا یہ قول حسن نہیں سمجھا جائے گا۔ اس کی مثال تو وہی ہو گی کہ کوئی کہنے والا یوں کہے کہ میں نے انسانوں کو دیکھا سوائے گدھے کے۔ یہاں پر کوئی شخص استثناء از غیر جنس کی شہادت کے طور پر عربی کا یہ شعر پیش کر سکتا ہے۔ ؎

وبلدہ لیس بھا انیس
إلا الیعافیر وإلا العیس

مگر اس کا جواب یہ ہے کہ "یعافیر" اور "عیس" دونوں ایک ہی جنس (یعنی

ابوبکر بن ابی شیبہ [8] رواہ الطبرانی [9] رواہ ابن عدی وکذا فی الفوائد المجموعہ للشوکانی ص۴۷۲ والموضوعات لابن الجوزی ج۱ ص۱۵۸ وتنزیۃ الشریعۃ المرفوعہ لابن عراق الکنانی ج۱ ص۱۷۴ ومیزان الاعتدال للذہبی ج۱ ص۲۰۲-۱۰۲۔ [4] ایضاً [10] ایضاً۔ [11] کذا فی الکتاب لابن خالویہ [12] نقاش کا یہ قول البدایۃ والنہایہ لابن کثیر ج۱ ص۵۸-۷۳ پر مذکور ہے [13] فتح الباری لابن حجر ج۶ ص۳۳۹۔

[1] بقرہ ۳۴۔ الإسراء۔ ۶۱، الکہف ۵۰۔ طٰہٰ ۔ ۱۱۶۔

"ایناس" کی جنس) سے ہیں لہذا اس شعر میں ان کا استثنا، انہیں جنس "ایناس" سے جدا نہیں کر دیتا البتہ اس مقام پر کسی "آدمی" یا "جن" کا ذکر ہوتا تو بلاشبہ یہ استثناء از غیر جنس ثابت ہوتا پس ثابت ہوا کہ استثناء غیر از جنس نہیں ہے نیز یہ کہ مذکورہ بالا آیت اس امر کی صحت پر دلالت کرتی ہے کہ ابلیس یقیناً فرشتوں میں سے تھا ورنہ اس کا سجدہ کرنا ہرگز باعث ملامت و عتاب قرار نہ پاتا۔ جب اس کو سجدہ کا حکم ہی نہیں دیا گیا تھا تو اس کی حیثیت تو محض ایک مناظر کی رہ جاتی ہے۔ اس کو مردود ٹھہرانے والی بات اس کا یہ متکبرانہ قول تھا اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ[1] (یعنی میں اس سے بہتر ہوں) یہ کہہ کر اس نے حکم باری تعالٰی کی خلاف ورزی کی اور اس کے غضب کو اپنی جانب موڑ لیا۔ اس کی مثال بالکل اس طرح ہے کہ بادشاہِ وقت امتناعی اعلان کرے کہ: بزاز اپنی دکانیں نہ کھولیں۔ اس اعلان کی وجہ سے بزاز تو دوکانیں نہ کھولیں مگر نان بائی اپنی اپنی دوکانیں کھول لیں تو ان کو ہدف ملامت بنانا قطعاً درست نہیں ہے کیونکہ وہ اس شاہی ممانعت میں سرے سے داخل ہی نہیں ہیں[2]"۔

علامہ ابوبکر عبدالعزیزؒ نے اپنی کتاب "التفسیر" میں بھی اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ بلاشبہ ابلیس فرشتوں میں سے ایک فرشتہ تھا۔ ان کی سب سے بڑی دلیل قرآنِ کریم کی آیت "وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ" ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ آں رحمہ اللہ اس امر میں علماء کے تمام اختلافات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

> "اگر ابلیس ملائکہ میں سے نہ ہوتا تو باری تعالٰی کے سجدہ کرنے کے حکم سے خارج ہوتا کیونکہ سجدہ کے اس حکم کے مامور تو فقط ملائکہ تھے۔ ہمارا اجماع ہے کہ وہ بھی اس سجدہ کے لیے مامور تھا۔ اکثر مفسرین اور ابن عباسؓ وغیرہ نے ابلیس کو مامور بالسجدہ قرار دیا ہے، ابن مسعودؓ، صحابہؓ کی ایک جماعت، سعید بن المسیب بعض دوسرے اصحاب علم و فضل اور متکلمین کی ایک جماعت ابلیس کے مامور بالسجدہ ہونے کی قائل ہے[3]"۔
>
> ابو یعلیٰؒ بیان کرتے ہیں:-

---

[1] سورہ الاعراف۔ ۱۲۔ [2] غرائب الجن والشیاطین للشبلی ص ۲۰۹-۲۱۰۔ [3] ایضاً

"میں نے ابو اسحاق بن شاقلاؒ کی تعلیقات میں دیکھا ہے کہ ابو اسحاقؒ نے اپنے شیخ (یعنی ابوبکر عبدالعزیزؒ) سے کسی کو سوال کرتے ہوئے سُنا: کیا ابلیس ملائکہ میں سے تھا؟ آں رحمہ اللہ نے جواب دیا: امر بالسجود یہی بتاتا ہے، اگر ابلیس ملائکہ میں سے نہ ہوتا تو وہ مامور نہ ہوتا۔" [1]

ابلیس کے ملائکہ کی جنس سے ہونے اور ملائکہ کے درمیان اس کی فضیلت بیان کرنے والی بہت سی روایات مختلف کتب تفاسیر میں مذکور ہیں۔ مثلاً

(۱) قال ابن عباس: ان ابلیس من اشرف الملائکۃ واکرمھم قبیلۃ وکان خازنا علی الجنان وکان لہ سلطان سماء الدنیا وکان لہ سلطان الارض"[2]	"حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ ابلیس اشرف الملائکہ اور ان میں سب سے مکرم قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ جنوں کا خازن تھا۔ اس کی بادشاہت آسمانِ دنیا اور زمین پر قائم تھی۔"

یہ روایت بطریق "قاسم بن الحسن حدثنا الحسین بن داؤد حدثنی حجاج عن ابن جریج قال ابن عباس نحوہ" مروی ہے لیکن اس طریق میں ایک راوی "سنید حسین بن داؤد" ہے جس کے متعلق علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ:

"اپنی معرفت و امامت کے باوجود ضعیف ہے۔"

امام نسائیؒ فرماتے ہیں:

"ثقہ نہیں ہے۔"

علامہ ذہبیؒ بیان کرتے ہیں:

"نسائی نے اسے واہ قرار دیا ہے۔ اس سے ایسی احادیث مروی ہیں جن کا ائمہ حدیث نے انکار کیا ہے۔"

ابو حاتمؒ نے اسے "صدوق" قرار دیا ہے۔

علامہ حیثمیؒ فرماتے ہیں:

---

[1] ایضاً [2] رواہ الطبری کذا فی البدایۃ والنہایہ

"امام احمدؒ نے اس کی تضعیف کی ہے لیکن ابن حبانؒ اور ابوحاتم الرازیؒ نے اس کی توثیق کی ہے"۔

تفصیلی ترجمہ کے لیے تقریب التہذیب لابن حجرؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للهیثمیؒ، فہارس مجمع الزوائد للبسیونی الزغلول اور سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ للألبانی وغیرہ ملاحظہ فرمائیں[۱]۔

اس طریق کا دوسرا مجروح راوی "حجاج بن محمد المصیصی الأعور" ہے جسے علامہ ذہبی اور علامہ عجلیؒ وغیرہ نے "ثقہ" اور امام احمدؒ نے "أحفظ" قرار دیا ہے، لیکن ابن معین فرماتے ہیں کہ "اختلاط کرتا تھا"۔

ابن حجر عسقلانیؒ بھی فرماتے ہیں کہ:

"ثقہ اور ثابت ہے لیکن آخر عمر میں اختلاط کیا کرتا تھا"۔

حجاج کے تفصیلی ترجمہ کے لیے میزان الاعتدال للذہبیؒ، تحفۃ الاحوذی للمبارکفوریؒ، تقریب التہذیب لابن حجرؒ، معرفۃ الثقات للعجلیؒ، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ اور تاریخ بغداد للخطیب بغدادی وغیرہ کی طرف رجوع فرمائیں[۲]"

اس طریق کا تیسرا مجروح راوی "عبد الملک بن عبد العزیز ابن جریج" ہے جو علامہ عجلیؒ اور علامہ ابن حجرؒ وغیرہ کے نزدیک "ثقہ" تو ہے لیکن امام ابن حجر فرماتے ہیں کہ "مدلس ہے اور ارسال کرتا ہے"۔

علامہ ذہبیؒ نے بھی اس کی "تدلیس" کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

ابن حبانؒ نے عبد الملک بن عبد العزیز کا ذکر اپنی کتاب "الثقات" میں کیا ہے

---

[۱] تقریب التہذیب لابن حجر ج ۱ ص ۱۷۵- ۳۳۵، میزان الاعتدال للذہبی ج ۱ ص ۵۳۴ و ج ۲ ص ۲۳۶، مجمع الزوائد للهیثمی ج ۵ ص ۲۳۸، سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ للألبانی ج ۲ ص ۳۱۴ فہارس مجمع الزوائد للزغلول ج ۲ ص ۳۰۴۔

[۲] معرفۃ الثقات للعجلی ج ۱ ص ۲۸۶۔ تقریب التہذیب لابن حجر ج ۱ ص ۱۵۴، تہذیب التہذیب لابن حجر ج ۲ ص ۲۰۵، میزان الاعتدال للذہبی ج ۱ ص ۴۶۴، تاریخ بغداد للخطیب ج ۸ ص ۲۳۶ تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ج ۱ ص ۱۶۹۔

یحییٰ بن سعیدؒ اور خراشؒ کا قول ہے کہ "صدوق" ہے۔ ذہلی فرماتے ہیں کہ "اگر حدثنی اور "سمعت" کے ساتھ روایت کرے تو اس کی حدیث قابلِ احتجاج ہوتی ہے"۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے عبدالملک بن عبدالعزیز کو اپنی کتاب "تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس" کے مرتبہ ثالثہ میں شمار کیا ہے۔ یہ وہ طبقہ ہے جس کے اکثر رجال کی احادیث کے ساتھ آئمہ نے احتجاج نہیں کیا ہے تاوقتیکہ وہ اپنے سماع کی صراحت نہ کریں۔ اس طبقہ میں بعض ایسے رجال بھی ہیں جن کی احادیث کا مطلقاً رد کیا گیا ہے۔ امام نسائی وغیرہ نے عبدالملک بن عبدالعزیز میں "تدلیس" کا وصف بیان کیا ہے۔

امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ :۔

"ابن جریج تدلیس، شر التدلیس کی قبیل سے ہے کیونکہ وہ قبیح التدلیس ہے"۔

امام احمد بن حنبلؒ نے بھی اس کی "تدلیس" کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ عبداللہ بن احمد اپنے والد امام احمد بن حنبل سے نقل فرماتے ہیں کہ :

"ابن جریج نے جن احادیث میں ارسال کیا ہے ان میں سے کچھ احادیث موضوع ہیں"

مزید تفصیلی ترجمہ کے لیے میزان الاعتدال فی نقد الرجال للذہبیؒ، معرفۃ الرواۃ للذہبیؒ تقریب التہذیب لابن حجرؒ، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ، تعریف اہلِ التقدیس لابن حجرؒ، الاسامی والکنیٰ لاحمد بن حنبلؒ، تہذیب الکمال للحافظ المزیؒ، معرفۃ الثقات للعجلیؒ اور تحفۃ الاحوذی للمبارکفوریؒ وغیرہ کا مطالعہ مفید ہوگا۔[1]

(۲) عن ابن عباسؓ قال :
ان من الملائکۃ قبیلۃ من
الجن کان ابلیس منہا وکان
یسوس ما بین السماء والارض"۔[2]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں : ملائکہ
میں سے ایک قبیلہ جنوں کا ہے ابلیس
اسی قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا اور آسمان و زمین
کے درمیان جو کچھ موجود ہے اسپر حکمرانی کرتا تھا"۔

---

[1] تقریب التہذیب لابن حجر ج ۱ ص ۵۲۰ تہذیب التہذیب لابن حجر ج ۶ ص ۴۰۲، تعریف اہل التعدیس لابن حجر ص ۹۵ میزان الاعتدال للذہبی ج ۲ ص ۶۵۹، معرفۃ الرواۃ للذہبی ص ۱۳۹، الاسامی والکنیٰ لاحمد بن حنبل ص ۸۶، معرفۃ الثقات للعجلی ج ۲ ص ۱۰۴، تہذیب الکمال للحافظ المزی ج ۲ ص ۸۵۵ تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ج ۱ ص ۱۶۹-۳۷۱۔

[2] رواہ ابن جریر الطبری وکذا فی البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۱ ص ۵۵

یہ روایت بطریق "ابن جریج عن صالح مولی التوامہ وشریک بن ابی نمر مروی ہے"
ابن جریج پر علمائے جرح و التعدیل کی جرح اوپر بیان کی جا چکی ہے اس سند کا دوسرا مجروح راوی صالح بن نبہان مولی التوامہ ہے جس کے متعلق علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں۔
"صدوق تھا لیکن آخر عمر میں اختلاط کرتا تھا"

علامہ ذہبیؒ بیان کرتے ہیں :

"اصمعیؒ کا قول ہے کہ شعبہؒ اس سے روایت نہیں کرتے تھے بلکہ اس سے روایت لینے سے دوسروں کو منع بھی فرماتے تھے"

مالکؒ کا قول ہے کہ "ثقہ نہیں ہے"۔

عبداللہ بن احمدؒ نے یحییٰ بن معینؒ کے متعلق بیان کیا ہے کہ : "انہوں نے فرمایا : قوی نہیں ہے"

یحییٰ القطانؒ کا قول ہے : "لم یکن بثقۃ"

ابن عیینہؒ فرماتے ہیں : "وہ اختلاط کرتا تھا پس اس کو ترک کیا گیا ہے"۔

امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ "ضعیف ہے"۔

ابن معینؒ کا ایک قول ہے کہ "ثقہ تھا لیکن وفات سے پہلے اس میں تخریف آگئی تھی پس جس نے اس سے اس تخریف کے آنے سے قبل کچھ سنا تو وہ ثابت ہے"

ابو حاتمؒ کا قول ہے کہ "وہ قوی نہیں ہے"

ابن مدینیؒ نے اس کی "توثیق" کی ہے۔

امام احمدؒ بھی اسے "صالح الحدیث" بتاتے ہیں۔

ابن حبانؒ بیان کرتے ہیں کہ "سنہ ۱۱۵ھ میں اس کے اندر تغیر آگیا تھا پھر وہ ایسی خبریں لایا جو ثقات کی طرف سے موضوعات بیان کرنے کے مشابہ ہیں ، اس کی حدیث میں اختلاط موجود ہے ، اس کی قدیم حدیث میں خبر ہوتی ہے لیکن بعد میں وہ تمیز نہ کر پایا چنانچہ مستحق ترک ہے"

ابن نبہان کے تفصیلی ترجمہ کے لیے تقریب التہذیب لابن حجرؒ ، ضعفاء والمتروکون للنسائیؒ ، مجروحین لابن حبانؒ ، تاریخ الکبیر للبخاریؒ ، ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ ، جرح والتعدیل لابن ابی حاتمؒ ، کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ ، میزان الاعتدال للذہبیؒ ، مجموع فی الضعفاء والمتروکین للسیروان

تحفۃ الاحوذی للمبارکفوریؒ، مجمع الزوائد للہیثمیؒ، فہارس مجمع الزوائد للزغلول، سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ للألبانی اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی وغیرہ کی طرف رجوع فرمائیں۔[۱]

(۳) "لما فرغ اللہ من خلق ما احب استوی علی العرش فجعل ابلیس علی ملك الدنیا وکان من قبیلۃ من الملائکۃ یقال لھم الجن وانما سموا الجن لانھم خزان الجنۃ وکان ابلیس مع ملکہ خازنا فوقع فی صدرہ انما اعطانی اللہ ھذہ المزیۃ علی الملائکۃ"[۲]

"جب اللہ تعالےٰ تخلیق کائنات سے فارغ ہوا تو عرش پر مستوی ہونا پسند فرمایا پھر ابلیس کو دنیا کا ملک بنایا وہ ملائکہ کے اس قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا جس کو جن کہتے ہیں، ان کو جن اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ جنت کے خزان ہیں اور ابلیس بھی بمع ملکہ اس کا ایک خازن تھا پھر اس کے دل میں یہ تکبر پیدا ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھ کو دوسرے فرشتوں پر یہ فضیلت (میری لیاقت کی وجہ سے) دی ہے۔"

یہ روایت بطریق "موسیٰ بن ہارون الہمدانی حدثنا عمرو بن حماد حدثنا اسباط بن نصر عن السدی فی خبر ذکرہ عن ابی مالك وعن ابی صالح عن ابن عباس وعن مرہ الہمدانی عن عبد اللہ بن مسعود عن اناس من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" مروی ہے۔ اس سند میں دو مجروح راوی

---

[۱] تقریب التہذیب لابن حجر ج ۱ ص ۳۶۲، ضعفاء والمتروکون للنسائی ترجمہ ۳۰۱، مجروحین لابن حبان ج ۱ ص ۳۶۵ تاریخ الکبیر للبخاری ج ۴ ص ۲۹۱، ضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۲ ص ۲۰۴، جرح والتعدیل لابن ابی حاتم ج ۴ ص ۲۱۶، کامل فی الضعفاء لابن عدی ج ۴ ترجمہ ص ۱۳۷۳، میزان الاعتدال للذہبیؒ ج ۲ ص ۳۰۳، مجموع فی الضعفاء والمتروکین للسیروان ص ۱۳۱، تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ج ۱ ص ۵-۲۳۸، مجمع الزوائد للہیثمی ج ۱ ص ۲۹۸، ج ۲، ص ۳۲، ج ۹ ص ۱۴۸، فہارس مجمع الزوائد للزغلول ج ۳ ص ۳۰۹، سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ للالبانی ج ۱ ص ۲۴۹، ج ۳ ص ۹۶ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی ج ۱ ص ۱۳۲، ج ۴ ص ۱۳۲، [۲] کذا فی البدایۃ والنہایہ لابن کثیر ج ۱ ص ۵۵

موجود ہیں۔

۱۱۔ عمرو بن حماد بن طلحہ القناد: جسے علامہ ابن حجر عسقلانیؒ، ابن معینؒ، ابو حاتمؒ، اور علامہ ذہبیؒ نے "صدوق" لکھا ہے مگر ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ "وہ رافضہ میں سے تھا"

امام ابن حجرؒ نے بھی اس کے "رفض" کا ذکر فرمایا ہے۔

علامہ ذہبیؒ نے اس سے مروی ایک منکر حدیث اس کے ترجمہ میں نقل فرمائی ہے۔ تفصیلی ترجمہ کے لیے تقریب التہذیب لابن حجرؒ اور میزان الاعتدال للذہبیؒ وغیرہ کی طرف رجوع فرمائیں[1]۔

اس سند کا دوسرا مجروح راوی "اسباط بن نصر الہمدانی" ہے جس کے متعلق علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

"صدوق تو تھا مگر کثرت کے ساتھ خطاء کرتا تھا"

علامہ ذہبی بیان کرتے ہیں:

"یہ سدی کے علاوہ اور کسی سے روایت نہیں کرتا"

ابن معینؒ نے اس کی توثیق کی ہے۔

امام احمدؒ نے توقف فرمایا ہے، ابو نعیمؒ نے تضعیف کی ہے، اور امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ وہ قوی نہیں ہے"

امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ الاوسط میں اسے "صدوق" لکھا ہے، اور ابن حبانؒ نے اس کا تذکرہ اپنی کتاب "الثقات" میں کیا ہے،

موسیٰ بن ہارون کا قول ہے کہ "اس میں کوئی حرج نہیں ہے"

مزید تفصیل کے لیے تقریب التہذیب لابن حجرؒ، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ، کاشف الذہبیؒ، معرفۃ الرواۃ للذہبیؒ، تحفۃ الاحوذی للمبارکفوریؒ اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی وغیرہ کا مطالعہ فرمائیں[2]۔

---

[1] تقریب التہذیب لابن حجر ج۲ ص۶۸، میزان الاعتدال للذہبی ج۳ ص۲۵۴

[2] تقریب التہذیب لابن حجر ج۱ ص۵۳، تہذیب التہذیب لابن حجر ج۱ ص۲۱۲، میزان الاعتدال للذہبیؒ ج۱ ص۱۷۵، کاشف للذہبی ج۱ ص۱۰۵، معرفۃ الرواۃ للذہبی ص۶۴، ۶۵، تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ج۴ ص۳۶۱، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی ج۲ ص۶۰۱، ج۴ ص۲۲۶، ۳۰۱،

(۴) عن ابن عباس قال: كان ابليس من حي من احياء الملائكة يقال لهم الجن خلقوا من نار السموم من بين الملائكة"۔ [1]

"حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابلیس فرشتوں کے قبیلوں میں سے ایک قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا جن کو "جن" کہا جاتا ہے ان کو فرشتوں کے درمیان نار سموم یعنی جلتی ہوئی آگ کی لپیٹ سے پیدا کیا گیا تھا"

اس روایت کو طبریؒ نے بطریق ابو كريب عثمان بن سعيد حدثنا بشر بن عماره عن ابی روق عن الضحاك عن ابن عباس وارد کیا ہے لیکن اس کی سند میں بھی ایک مجروح راوی "بشر بن عمارہ" ہے جو عند المحدثین انتہائی "ضعیف" ہے۔

ابو حاتمؒ فرماتے ہیں: "قوی نہیں ہے"

امام بخاریؒ فرماتے ہیں: "لن نعرفه ننكره"

امام نسائیؒ نے اس کی "تضعیف" کی ہے

ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ "اس قدر خطار کرتا ہے کہ حدِ احتجاج سے خارج ہے"

علامہ ذہبی نے بھی امام بخاریؒ اور امام نسائیؒ کے اقوال نقل فرمائے ہیں۔

ابن عمارہ کے تفصیلی ترجمہ کے لیے ضعفاء والمتروکون للنسائیؒ، تاریخ الکبیر للبخاریؒ، ضعفاء الصغیر البخاریؒ، ضعفاء الکبیر للعقیلیؒ، جرح و التعدیل لابن ابی حاتمؒ، مجروحین، لابن حبان کامل فی الضعفاء لابن عدیؒ، ضعفاء والمتروکون للدارقطنیؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ، مجموع فی الضعفاء والمتروکین للسیروان، مجمع الزوائد للہیثمیؒ، فہارس مجمع الزوائد للزغلول اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی وغیرہ کی طرف رجوع فرمائیں [2]

---

[1] رواه الطبری [2] ضعفاء والمتروکون للنسائی ترجمہ ۷۷، تاریخ الکبیر للبخاری ج ۱ ص ۸۰، ضعفاء الصغیر للبخاری ترجمہ ۴۰، ضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۱ ص ۴۰، جرح والتعدیل لابن ابی حاتم ج ۱ ص ۳۶۲، مجروحین لابن حبان ج ۱ ص ۱۸۸، کامل فی الضعفاء لابن عدی ج ۲ ترجمہ ۴۲۲، ضعفاء والمتروکون للدارقطنی ترجمہ ۱۲۷، میزان الاعتدال للذہبی ج ۹ ص ۳۲۱، تہذیب التہذیب لابن حجر ج ۱ ص ۴۵۵، مجموع فی الضعفاء والمتروکین للسیروان ص ۴۶، ۲۹۰، ۱۳، ۴، مجمع الزوائد للہیثمی ج ۴، ص ۳۵-۱۱۱، ج ۹ ص ۱۲۵، فہارس مجمع الزوائد للزغلول ج ۳، ص ۳۵۸، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی ج ۴، ص ۶۲۔

(۵) عن قتادہ قال: کان ابلیس عاشر عشرۃ من الملائکۃ علی السیہم"۔

اس روایت کو ابوبکر قرشیؒ نے بطریق " ابراھیم بن سعید حدثنا نصر بن علی حدثنا نوح بن قیس عن ابی یسر بن جزور عن قتادۃ " روایت کیا ہے لیکن اس طریق میں " نوح بن قیس البصری الحدانی " پر بعض آئمہ نے جرح فرمائی ہے۔ امام احمدؒ، ابن معینؒ اور عجلیؒ نے اس کو " ثقہ " قرار دیا ہے۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ " صدوق " لیکن " متہم بالتشیع " تھا۔

ابوداؤدؒ کا قول ہے کہ " تشیع کرتا تھا "۔ یحییٰؒ نے اس کی " تضعیف " کی ہے، نسائیؒ فرماتے ہیں کہ " اس میں کوئی حرج نہیں ہے "

علامہ ذہبیؒ اسے " صالح الحال " بتاتے ہیں، نوح بن قیس کے تفصیلی ترجمہ کے لیے تقریب التہذیب لابن حجرؒ، تہذیب التہذیب لابن حجرؒ، معرفۃ الثقات للعجلیؒ، میزان الاعتدال للذہبیؒ اور تحفۃ الاحوذی للمبارکفوریؒ وغیرہ کا مطالعہ فرمائیں[1]۔

(۶) قال محمد بن اسحاق عن خلاد عن عطاء عن طاؤس عن ابن عباس، کان ابلیس قبل ان یرکب المعصیۃ من الملائکۃ اسمہ عزازیل وکان من سکان الارض وکان من اشد الملائکۃ اجتھاداً واکثرھم علماً فذلک دعاہ الی الکبر وکان من حی یسمون جنا [2]

" طاؤس حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ابلیس اپنی معصیت کے ارتکاب سے قبل ملائکہ میں سے تھا اس کا نام عزازیل تھا۔ وہ دنیا کے باشندوں میں سے تھا۔ وہ ملائکہ میں سب سے بڑا مجتہد اور زیادہ علم رکھنے والا تھا۔ اسکی اسی بات نے اسے تکبر میں مبتلا کر دیا وہ اس گروہ سے تعلق رکھتا تھا جس کو جن کے نام سے پکارا جاتا تھا "۔

---

[1] تقریب التہذیب لابن حجر ج ۲ صـ ۳۰۸، تہذیب التہذیب لابن حجر ج ۱۰ صـ ۴۸۵، معرفۃ الثقات للعجلی ج ۲ صـ ۳۲۰، میزان الاعتدال للذہبی ج ۴ صـ ۲۷۹، تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ج ۳ صـ ۱۴۸، [2] تفسیر ابن کثیر ج ۱ صـ ۵۳ وکذا فی البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۱ صـ ۵۵

"قال قتادة عن سعيد بن المسيب : كان ابليس رئيس الملائكة بالسماء الدنيا"[1]

"سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ ابلیس آسمانِ دنیا کے فرشتوں کا رئیس تھا"

اس موضوع پر ان کے علاوہ اور بہت ساری روایات کتب تفاسیر میں مل جائیں گی مثال کے طور پر امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں :

"حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابلیس شریف فرشتوں میں سے تھا اور بزرگ قبیلے کا تھا۔ جنتوں کا داروغہ تھا، آسمانِ دنیا کا بادشاہ تھا زمین کا بھی سلطان تھا، اس سے کچھ اس کے دل میں گھمنڈ آگیا تھا کہ وہ تمام اہلِ آسمان سے شریف ہے۔ وہ گھمنڈ بڑھتا جارہا تھا۔ اس کا صحیح اندازہ اللہ ہی کو تھا پس اس کے اظہار کے لیے حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو اس کا گھمنڈ ظاہر ہو گیا۔ بربنائے تکبر صاف انکار کر دیا اور کافروں میں جا ملا"[2]

"حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں وہ جن تھا یعنی جنت کا خازن تھا جیسے لوگوں کو شہروں کی طرف نسبت کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں مکی، مدنی، بصری کوفی، یہ جنت کا خازن آسمانِ دنیا کے کاموں کا مدبر تھا۔ یہاں کے فرشتوں کا رئیس تھا۔ اس معصیت سے پہلے وہ ملائکہ میں داخل تھا لیکن رہتا تھا زمین پر۔ سب فرشتوں سے زیادہ کوشش سے عبادت کرنے والا اور سب سے زیادہ علم والا تھا، اسی وجہ سے پھول گیا تھا۔ اس کے قبیلے کا نام جن تھا آسمان و زمین کے درمیان آمد و رفت رکھتا تھا۔ رب کی نافرمانی سے غضب میں آگیا اور شیطان رجیم بن گیا اور ملعون ہو گیا .... کہتے ہیں یہ تو جنت کے اندر کام کاج کرنے والوں میں تھا"[3]

اور

"ابن عباس فرماتے ہیں کہ ابلیس فرشتوں کے ایک قبیلہ میں سے تھا جنہیں

---

[1] ایضاً [2] تفسیر ابن کثیر مترجم ج ۳ ص ۱۰۴ وکذا فی البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۱ ص ۷۳

[3] ایضاً۔

جن کہتے تھے جو آگ کے شعلوں سے پیدا ہوئے تھے۔ اس کا نام حارث تھا اور جنت کا خازن تھا۔ اس قبیلے کے سوا اور فرشتے سب کے سب نوری تھے قرآن نے بھی ان جنوں کی پیدائش کا بیان کیا ہے اور فرمایا ہے: مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ آگ کے شعلے کی جو تیزی بلند ہوتی ہے اسے مارج کہتے ہیں جس سے جن پیدا کیے گئے تھے اور انسان مٹی سے پیدا کیا گیا۔ زمین میں پہلے جن بستے تھے انہوں نے فساد اور خونریزی شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے ابلیس کا لشکر دے کر بھیجا، انہی کو جن کہا جاتا تھا، ابلیس نے لڑ بھڑ کر مارتے اور قتل کرتے ہوئے انہیں سمندروں کے جزیروں اور پہاڑوں کے دامنوں میں پہنچا دیا۔ اور ابلیس کے دل میں یہ تکبر سما گیا کہ میں نے وہ کام کیا ہے جو کسی اور سے نہ ہو سکا الخ" (تفسیر ابن کثیر مترجم ج ۱ ص ۹۲، ۹۷)

ان تمام تفسیری روایات کی موجودگی کے باوجود حق تو یہ ہے کہ اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی کوئی صحیح و صریح اثر سرے سے موجود ہی نہیں ہے، جتنی بھی تفسیری روایات ملتی ہیں اُن کا مدار مختلف صحابہؓ کے موقوفاً مروی اقوال پر ہے اور اُن میں سے بھی اکثر اقوال ضعیف الاسناد ہیں جیسا کہ اوپر ثابت کیا جا چکا ہے۔ اگرچہ شریعت میں صحابہ کرامؓ کا قول و عمل بھی امت کے لیے حجت ہوتا ہے (بشرطیکہ وہ قطعی طور پر ثابت ہوا اور قرآن و سنتِ ثابتہ کے صریح و عمومی احکام کے خلاف نہ ہو) مگر اس واقعہ سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ رسول اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ اور اُن کے مخاطب صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین علم و فضل اور تقویٰ و بزرگی کے اعتبار سے اگرچہ ارفع و اعلیٰ بند پر فائز ہیں لیکن بہرحال وہ انبیاء علیہم السلام کی طرح ہرگز معصوم عن الخطاء نہیں تھے۔ لہٰذا بعض اجتہادی معاملات میں ان سے سہو اور تسامح کا صدور ممکن ہی نہیں بلکہ تقاضائے بشریت ہے